حدیث وسنت

محمد اسلم صدیق☆

احادیثِ لَولَاكَ کا تحقیقی جائزہ

ماہنامہ 'محدث' کے فروری ۲۰۰۴ء کے شمارہ میں محترمہ خالدہ امجد کا مضمون 'عائشہ صدیقہؓ اُسوۂ حسنہ' کے صفحہ ۶۳، سطر ۱۱ پر یہ عبارت ''پاک و طاہر بیٹی کا نصیب صاحبِ لولاک کا نور کدہ ہی ہوسکتا ہے۔'' میں لفظ لَوْلاَكَ جو ایک موضوع روایت کا جملہ ہے، غلطی سے نظر انداز ہوگیا تھا۔ محدث کے قاری جناب نثار احمد کھوکھر اور چند دیگر حضرات نے اس غلطی پر نشاندہی کی اور حدیث کی مکمل تحقیق شائع کرنے کی استدعا کی۔
مزید برآں مؤرخہ ۲۲/ مارچ ۲۰۰۴ء کے روزنامہ 'نوائے وقت' لاہور میں 'ضروری تصحیح' کے عنوان سے ایک خط شائع کیا گیا جس میں 'نوائے وقت' کے مستقل کالم 'نورِ بصیرت' میں شائع شدہ حدیث لولاک کے بارے میں یہ وضاحت کی گئی کہ یہ حدیث موضوع ہے، اس کے جواب میں مدیر روزنامہ 'نوائے وقت' کو ایک خط لکھا گیا جو بعد میں بریلوی مکتبِ فکر کے ترجمان رسالہ 'نورالحبیب' (بصیر پور) اپریل ۲۰۰۴ء میں بھی شائع ہوا، جس میں اس حدیث کو مختلف حوالوں سے معناً درست ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی۔ اس بحث کے تناظر میں مناسب سمجھا کہ اس روایت کے بارے میں محدثین کا نقطہ نظر واضح کردیا جائے۔

سب سے پہلے ہم روایاتِ 'لولاک' کی استنادی حیثیت واضح کریں گے۔ اس کے بعد قرآن کریم کی صریح نصوص سے ان کے تعارض کی نشاندہی کریں گے۔ پھر اس بات کا جائزہ لیں گے کہ آیا عربی لغت میں لَولَاكَ کی ترکیب مستعمل ہے؟ اور آخر میں ہم ان احادیث کے پس پردہ عقیدہ کی خرابی کی نشاندہی کریں گے۔ اِن شاء اللہ

روایات لَولَاكَ کی استنادی حیثیت

لولاك کی ترکیب مختلف اسناد کے ساتھ کتبِ حدیث میں موجود ہے۔ مثلاً:

پہلی روایت: أنبأنا عبد الوهاب بن المبارك ومحمد بن ناصر الحافظان وموهوب بن أحمد اللغوي وعمر بن ظفر المغازلي وعبد الخالق بن

☆ ریسرچ فیلو مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

www.KitaboSunnat.com

أحمد اليوسفي قالوا أنبأنا أبو بكر أحمد بن المظفر بن سوسن قال أنبأنا أبوالقاسم عبد الرحمن بن عبيد الله الحرفي قال: أنبأنا أبو أحمد حمزة بن محمد بن العباس الدهقان، قال: حدثنا محمد بن عيسٰى بن حبان المدائني المعروف بأبي السُكين قال: حدثنا محمد بن الصباح، قال أنبأنا على بن الحسن الكوفي عن إبراهيم بن اليسع عن أبي العباس الضرير عن الخليل بن مرة عن يحيٰى البصري عن زاذان عن سلمان قال: « ولولاك يا محمد ما خلقت الدنيا» (الموضوعات ۱۸/۲،۱۹، اللآلي المصنوعة ۲۷۲/۱، تنزيه الشريعة ۳۲۴/۱،۳۲۵)

''اے محمدؐ! اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔''

مذکورہ جملہ ایک طویل حدیثِ قدسی کا ٹکڑا ہے۔ ابن جوزیؒ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''اس حدیث کے خود ساختہ اور من گھڑت ہونے میں کوئی شک نہیں، اس کی سند میں اکثر راوی مجہول اور ضعیف ہیں۔ چنانچہ ضعفاء میں سے ابوسکین اور ابراہیم بن یسع ہیں، ان کے متعلق امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں: ابوسکین ضعیف ہے اور ابراہیم اور یحییٰ بصری دونوں متروک ہیں۔'' (كتاب الموضوعات من الأحاديث المرفوعات ۱۹/۲)

اسی طرح ابن عراقؒ نے تنزيه الشريعة (۳۲۴/۱،۳۲۵) میں اس حدیث کو من گھڑت قرار دیا ہے۔ امام ذہبیؒ نے بھی الترتيب ۱۶/ب میں کہا ہے کہ اس میں موجود راوی یحییٰ بصری احادیث گھڑا کرتا تھا اور کذاب تھا، نیز اس حدیث کی سند کے رواۃ مجہول ہیں۔ اس کے علاوہ خلیل بن مرہ بھی ضعیف ترین راوی ہے۔ بخاریؒ نے اسے منکرالحدیث، ابوحاتم اور یحییٰ بن معین وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

(دیکھئے: ميزان الإعتدال في نقد الرجال از امام ذہبیؒ ۲۶۷/۱، ۲۶۸)

امام سیوطیؒ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

> موضوع: أبوالسكين وإبراهيم ويحيٰى البصري ضعفاء متروكون وقال الفلاس: يحيٰى كذاب يحدث بالموضوعات (اللالئ المصنوعة ۲۷۳/۱)
>
> ''یہ حدیث موضوع ہے۔ ابوسکین، ابراہیم اور یحییٰ بصری ضعیف اور متروک راوی ہیں اور

www.KitaboSunnat.com

امام فلاسؒ فرماتے ہیں کہ یحییٰ کذاب تھا، موضوع اور من گھڑت روایات بیان کیا کرتا تھا۔''

دوسری روایت: «لولاك، لولاك ماخلقت الأفلاك» (تذکرة الموضوعات ۸۶)

امام عجلونیؒ نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ

''امام صغانیؒ نے اسے موضوع قرار دیا ہے، لیکن میں کہتا ہوں کہ اگرچہ یہ حدیث نہیں ہے، لیکن اس کا معنی صحیح ہے۔'' (کشف الخفاء ومُزیل الإلباس ۲/۲۱۴)

یہ روایت لفظاً تو موضوع ہے ہی مگر کیا فی الواقع امام عجلونیؒ کی یہ بات درست ہے کہ ''اس کا معنی صحیح ہے۔'' اس کی وضاحت آگے روایت نمبر ۵ کے تحت آرہی ہے۔

تیسری روایت: «لولاك ماخلقت الأفلاك»

''اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔''

امام صغانیؒ نے اپنی کتاب الأحاديث الموضوعة (ص۵۲، رقم ۷۸) میں اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ اسی طرح امام شوکانیؒ نے الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة میں اور ملا علی القاریؒ نے المصنوع في معرفة الحديث الموضوع (۱/۱۱۶) میں اس حدیث کو امام صغانیؒ کے حوالے سے موضوع قرار دیا ہے۔

لیکن ملا علی القاریؒ نے بھی اس حدیث کو اپنی کتاب الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة میں نقل کرنے کے بعد امام عجلونیؒ کی طرح یہی کہا ہے کہ

''اگرچہ یہ حدیث موضوع ہے، لیکن اس کا مفہوم صحیح ہے۔''

اور تائید کیلئے ابن عباسؓ سے مروی دیلمیؒ کی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

چوتھی روایت: «أتاني جبرائيل فقال يامحمد لولاك ما خلقت الجنة، لولاك ماخلقت النار»

''جبرائیل میرے پاس تشریف لائے اور کہا: اے محمد ﷺ! اگر آپؐ نہ ہوتے تو جنت پیدا کی جاتی، نہ جہنم...''

پانچویں روایت: اسی طرح تائیداً ابن عساکرؒ کی یہ روایت بھی پیش کی ہے:

«لولاك ماخلقت الدنيا» (الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة، المعروف بالموضوعات الكبرىٰ، ص۲۸۸)

کیا یہ روایات مفہوم کے لحاظ سے درست ہیں؟: جہاں تک اس حدیث کے معنی کو درست قرار دینے کا تعلق ہے تو امام عجلونیؒ اور ملاعلی قاریؒ کا یہ دعویٰ درست نہیں ہے۔ چنانچہ شیخ محمد ناصر الدین البانیؒ ان کے اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الجزم لصحة معناه لا يليق إلا بعد ثبوت ما نقله عن الديلمي وهذا مما لم أر أحداً تعرّض لبيانهِ وأنا فإن كنتُ لم أقف على سنده فإني لاأتردّد في ضعفه وحسبنا في التدليل على ذلك تفرد الديلمي به، وأما رواية ابن عساكر فقد أخرجها ابن الجوزي أيضًا في حديث طويل عن سلمان مرفوعًا وقال إنه موضوع وأقره السيوطى في اللآلي ١/ ٢٧٢، وانظر الموضوعات ١/ ٢٨٨۔ ٢٩٠ (سلسلة الأحاديث الضعيفة، رقم:٢٨٢)

''اس روایت کے معنی کو صحیح قرار دینا اسی صورت میں ہی درست ہوسکتا ہے، جب دیلمی کی (مذکورہ) روایت [نمبر۴] صحیح ثابت ہوجائے۔ جہاں تک میں نے دیکھا ہے وہ یہ ہے کہ کسی نے ان کے اس قول سے تعرض نہیں کیا اور میں اگرچہ دیلمی کی اس روایت کی سند سے واقف نہیں ہوسکا، لیکن مجھے اس کے ضعیف ہونے میں ذرا بھر تردّد نہیں ہے اور اس کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ اس میں دیلمی متفرد ہیں اور جہاں تک ابن عساکرؒ کی روایت کا تعلق ہے تو اس کو ابن جوزیؒ نے ایک طویل حدیث میں سلمان سے مرفوع روایت کیا ہے اور اسے موضوع قرار دیا ہے اور سیوطی نے بھی اللآلي ۱/۲۷۲ میں ان کی تائید کی ہے، دیکھئے: الموضوعات ۱/۲۸۸ تا ۲۹۰''

علامہ البانیؒ کی اس وضاحت سے جہاں دیلمیؒ اور ابن عساکرؒ کی روایت کی حقیقت واضح ہوگئی ہے، وہاں یہ بھی ثابت ہوگیا کہ ان ضعیف اور موضوع روایات کی بنیاد پر امام عجلونیؒ اور ملاعلی قاریؒ کا لولاک کی روایت کے معنی کو درست قرار دینا صحیح نہیں ہے اور ان حضرات کا ایک موضوع روایت، جس کا تعلق ما بعد الطبیعات اُمور سے ہے، کے معنی کو بغیر کسی دلیل کے صحیح قرار دینا انتہائی تعجب انگیز ہے، بلکہ یہ مفہوم قرآنِ کریم کی صریح نصوص کے بھی خلاف ہے، جس کی وضاحت اگلے صفحات میں آرہی ہے۔

چھٹی روایت: مندرجہ بالا حدیث سے ملتی جلتی ایک اور روایت حضرت عمرؓ بن خطاب سے

www.KitaboSunnat.com

مرفوعاً مروی ہے:

حدثنا أبو سعيد عمرو بن محمد بن منصور العدل ثنا أبو الحسن محمد بن إسحٰق بن إبراهيم الحنظلي ثنا أبو الحارث عبد الله بن مسلم الفهري ثنا اسمٰعيل بن مسلمة أنبأ عبد الرحمن بن زيد بن أسلم عن أبيه عن جده عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللهﷺ: «لما اقترف آدم الخطيئة قال: يارب أسالك بحق محمد لما غفرت لي فقال: يا آدم وكيف عرفتَ محمدًا ولم أخلقه؟ قال:يا ربّ لمَّا خلقتَني بيدك ونفختَ فيَّ من روحك، رفعتُ رأسى فرأيتُ على قوائم العرش مكتوبًا: لا إله إلا الله محمد رسول الله، فعلمتُ أنك لم تضف بإسمك إلا أحبّ الخلق فقال: غفرتُ لك ولولا محمد لما خلقتُك» (مستدرك حاكم ٦١٥/٢، المعجم الصغير للطبراني ١٨٢/٢، دلائل النبوة للبيقهي ٤٨٩/٥)

''جب حضرت آدمؑ غلطی کے مرتکب ہوئے تو اُنہوں نے یہ دعا کی: اے پروردگار! میں محمدؐ کے وسیلہ سے تجھ سے مغفرت کا خواستگار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا: اے آدمؑ! تم محمد ﷺ کے متعلق کیسے جانتے ہو، حالانکہ میں نے تو اسے ابھی پیدا ہی نہیں کیا؟ عرض کیا: اے اللہ! جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور مجھ میں روح پھونکی تو میں نے اپنا سر اُٹھایا اور عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا تھا: لا إله إلا الله محمد رسول الله تو میں سمجھ گیا کہ جس کو تو نے اپنے نام کے ساتھ ملا رکھا ہے، کائنات میں اس سے برتر کوئی نہیں ہوسکتا تو اللہ نے فرمایا: میں نے تجھے معاف کردیا اور اگر محمدؐ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا ہی نہ کرتا۔''

اس روایت کو علامہ ذہبیؒ، حافظ ابن حجرؒ، امام طبرانیؒ، حافظ ہیثمیؒ، ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن الہادیؒ وغیرہ علما کی اکثریت نے ضعیف، موضوع اور ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: موضوع وعبدالرحمن واہ ''یہ حدیث موضوع اور من گھڑت ہے اور اس کا راوی عبدالرحمٰن انتہائی ضعیف ہے اور میں اس کے دوسرے راوی عبد اللہ بن مسلم فہری کے بارے میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہے؟'' (ذیل المستدرک للذہبی ۱۶۵/۲)

حافظ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں فہری کا تذکرہ کیا ہے اور اس کی یہی مذکورہ روایت ذکر کرنے کے بعد اسے باطل قرار دیا ہے۔ (میزان الاعتدال ۵۰۴/۲)

www.KitaboSunnat.com

حافظ نورالدین ہیثمیؒ فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں ایسے راوی ہیں جن کو میں نہیں جانتا۔'' (مجمع الزوائد ۲۵۳/۸)

اس حدیث کے ضعیف ہونے کی بنیادی وجہ اس کا راوی عبدالرحمٰن بن زید ہے جو تمام محدثین کے نزدیک بالاتفاق ضعیف ہے۔ چنانچہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ

''عبدالرحمٰن بن زید کو امام احمد بن حنبل، علی بن مدینی، ابوداود، ابوزرعہ، ابوحاتم رازی، امام نسائی، امام دارقطنی رحمہم اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے اور امام ابن حبانؒ کا قول ہے: یہ شخص لاعلمی میں احادیث کو بدل دیا کرتا تھا حتیٰ کہ اس نے بے شمار مرسل روایات کو مرفوع اور موقوف روایات کو مسند بنا دیا، جس کی وجہ سے یہ محدثین کے نزدیک متروک قرار پایا۔''

(کتاب الضعفاء والمتروکین ۹۵/۲)

امام ذہبیؒ نے بھی یحییٰ بن معینؒ، علی بن مدینیؒ، امام بخاریؒ، امام نسائیؒ وغیرہ سے عبدالرحمٰن بن زید کا ضعیف ہونا نقل کیا ہے۔ (میزان الاعتدال ۵۶۴/۲)

حافظ ابن حجرؒ نے متعدد علما سے عبدالرحمٰن بن زید کی تضعیف نقل کرنے کے بعد ابن جوزیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ''تمام محدثین کا اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔''

(تہذیب التہذیب ۱۷۹/۶)

امام حاکمؒ نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد اگرچہ اسے صحیح الاسناد کہا ہے، لیکن محدثین نے ان کی اس بات کو غلط اور ان کا صریح تناقض قرار دیتے ہوئے، اُنہیں سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

''امام حاکمؒ کے اس حدیث کو روایت کرنے پر سخت تنقید کی گئی ہے کیونکہ انہوں نے بذاتِ خود اپنی کتاب المدخل إلی معرفة الصحیح من السقیم میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کے متعلق یہ صراحت کی ہے کہ یہ اپنے باپ سے موضوع احادیث بیان کرتا تھا۔ غور کرنے سے اس فن کے ماہرین پر یہ بات واضح ہوجائے گی کہ اس حدیث کا دارو مدار اس عبدالرحمٰن بن زید پر ہے اور میں کہتا ہوں کہ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سب محدثین کے نزدیک بالاتفاق ضعیف ہے کیونکہ وہ بہت غلطیاں کرتا تھا۔ اسی بنا پر امام احمد بن حنبل، ابوزرعہ، ابوحاتم، امام نسائی، امام دارقطنی رحمہم اللہ اور دیگر متعدد محدثین نے اسے ضعیف قرار

www.KitaboSunnat.com

دیا ہے۔ ابن حبانؒ فرماتے ہیں: وہ لاعلمی میں احادیث کو بدل دیا کرتا تھا، حتیٰ کہ اس نے متعدد مرسل روایات کو مرفوع اور موقوف روایات کو مسند بنا دیا جس کی وجہ سے یہ محدثین کے نزدیک متروک قرار پایا۔ اس جیسی احادیث کو صحیح قرار دینے کی وجہ سے محدثین نے امام حاکمؒ پرسخت تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ امام حاکمؒ ایسی روایات کو بھی صحیح قرار دے دیتے ہیں جو ماہرین حدیث کے نزدیک موضوع اور من گھڑت ہیں۔ اسی لئے حدیث کے ماہرین علما تنہا امام حاکمؒ کے کسی حدیث کو صحیح قرار دینے پر اعتماد نہیں کرتے۔'' (القاعدة الجلية ، ص۸۹)

نیز امام حاکمؒ کا تساہل بھی محدثین کے نزدیک ایک مسلمہ امر ہے۔علامہ بدرالدین عینی حنفیؒ اور امام ذہبیؒ نے اس حقیقت کی نشاندہی ان الفاظ میں کی ہے:

لاريب أن في المستدرك أحاديث كثيرة ليست على شرط الصحة بل فيه أحاديث موضوعة شان المستدرك بإخراجها فيه (تذکرۃ الحفاظ ۱۰۴۲/۳)

''بلاشبہ المستدرك میں بکثرت ایسی احادیث موجود ہیں جو صحیح حدیث کی شرط کے مطابق نہیں بلکہ اس میں موضوع احادیث بھی ہیں جن کا تذکرہ مستدرک پر ایک دھبہ ہے۔''

ابن حجرؒ نے عبدالرحمٰن بن زید کے بارے خود امام حاکمؒ کا یہ قول نقل کیا ہے جس سے امام حاکمؒ کا اس سلسلہ میں تساہل اور تناقض واضح ہوتا ہے، فرماتے ہیں:

''یہ شخص اپنے باپ سے موضوع احادیث بیان کیا کرتا تھا۔'' (تہذیب التہذیب ۱۷۹/۶)

شیخ البانیؒ نے امام حاکمؒ کے اس قول کو متناقض قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ خود امام حاکمؒ نے اس روایت میں موجود راوی عبدالرحمٰن کی ایک دوسری روایت کو غیر صحیح کہا ہے اور فرمایا ہے کہ شیخین نے عبدالرحمٰن بن زید کو ناقابل حجت قرار دیا ہے۔ نیز خود امام حاکمؒ نے عبدالرحمٰن بن زید کو اپنی کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے۔

امام ابن حجرؒ نے امام حاکمؒ کے اس تساہل اور تناقض کی وجہ یہ ذکر کی ہے کہ

''مستدرک کی تصنیف کے وقت ان کے حافظے میں فرق آگیا تھا، اس کی دلیل یہ ہے کہ اُنہوں نے رواۃ کی ایک کثیر تعداد کو اپنی کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے اور ان سے استدلال کو ممنوع قرار دیا ہے، لیکن اپنی کتاب مستدرک میں خود اُنہیں سے روایات نقل کی ہیں اور اُنہیں صحیح قرار دیا ہے۔'' (لسان المیزان ۲۳۳/۵)

www.KitaboSunnat.com

اور اس کے بعد بطورِ مثال انہوں نے اسی عبدالرحمٰن بن زید کی مذکورہ موضوع روایت کا حوالہ دیا ہے۔

امام سبکیؒ نے بھی امام حاکمؒ کی تقلید میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے جس پر حافظ ابن عبدالہادیؒ نے حیرت کا اظہار کیا ہے۔ اور اس حدیث کو موضوع قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ امام حاکمؒ کا اس حدیث کو صحیح کہنا ان کا صریح تناقض ہے۔ (الصارم المنکی ص۳۲ بحوالہ التوسل: انواعہ واحکامہ، ص ۱۰۹)

محدثین کی ان توضیحات سے جہاں مستدرک حاکم کا صحیح مقام متعین ہوتا ہے، وہاں یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ یہ حدیث دیگر تمام علما سمیت امام حاکمؒ کے نزدیک بھی موضوع ہے کیونکہ وہ خود عبدالرحمٰن بن زید کو ضعیف اور ناقابل اعتبار قرار دے چکے ہیں۔

چنانچہ امام ناصرالدین البانیؒ فرماتے ہیں:

''جو شخص امام حاکمؒ کی ساری کلام پر غور کرے گا، اس پر یہ بات واضح ہوجائے گی کہ یہ حدیث خود امام حاکمؒ کے نزدیک بھی موضوع ہے۔'' (التوسل: انواعہ واحکامہ، ص ۱۰۵)

ساتویں روایت: «لولا محمد ما خلقتُ آدم ولولا محمد ما خلقتُ الجنة والنار ولقد خلقت العرش على الماء فاضطرب فكتبتُ عليه لا إله إلا الله محمد رسول الله فسَكَنَ»

''اگر محمدؐ نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا اور اگر محمدؐ نہ ہوتے تو میں جنت وجہنم کو پیدا نہ کرتا۔ میں نے عرش کو پانی کے اوپر پیدا کیا تو وہ ہلتا تھا مگر جب میں نے اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تو وہ ٹھہر گیا۔''

اس روایت کو بھی امام حاکمؒ نے عبداللہ بن عباسؓ سے موقوف ذکر کرنے کے بعد صحیح کہا ہے، لیکن امام ذہبیؒ نے مستدرک کے ذیل میں اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔

(المستدرك مع تلخيص الذهبي ٦١٥/٢)

چنانچہ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: عمرو بن أوس يجهل حاله أتى بخبر منكر أخرجه الحاكم في مستدركه وأظنه موضوعًا

''عمرو بن اوس مجہول الحال راوی ہے اور اس نے ایک منکر روایت بیان کی ہے جسے امام حاکمؒ نے مستدرک میں ذکر کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ روایت موضوع اور من گھڑت ہے۔''

www.KitaboSunnat.com

ان روایات کا قرآن کریم سے تعارض

اگر کوئی روایت بہ سندِ صحیح ثابت ہو جائے تو وہ قرآن مجید کے خلاف نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ قرآنِ مجید کی طرح حدیث بھی وحی ہے اور وحی چونکہ اللہ کی طرف سے آتی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کے کلام میں باہمی تناقض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب کہ جھوٹی احادیث وضع کرنے والوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ ان کی اکثر احادیث قرآن مجید کے صریح خلاف نکلتی ہیں۔ کچھ یہی معاملہ زیر بحث روایات کا بھی ہے کیونکہ یہ قرآنِ کریم کی واضح نص کے خلاف ہیں۔ ان احادیث کا مدعا یہ ہے کہ کائنات، جنت وجہنم اور آدم و بنی نوعِ انسان کی تخلیق رسول اللہ ﷺ کی تخلیق کی مرہونِ منت ہے، لیکن یہ نظریہ قرآنِ کریم سے صریح متصادم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات کا مقصد اور حکمت یہ بیان فرمائی ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإنْسَ إلاَّ لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (الذاريات:٥٦)

''میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔''

اسی طرح وہ حدیث جس میں یہ ذکر ہوا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو رسول اللہ ﷺ کی ذات کا توسل پکڑنے کی وجہ سے معاف فرمایا تھا۔'' کے موضوع اور من گھڑت ہونے کی تائید بھی اس بات سے ہوتی ہے کہ یہ قرآنِ کریم کے واضح حکم سے متصادم ہے۔ کیونکہ قرآنِ مجید میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو ذاتِ الٰہی کے توسل کے باعث معاف کیا تھا اور توسل کے الفاظ بھی اللہ تعالیٰ نے خود ہی سکھائے تھے۔ چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿فَتَلَقّى آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾ (البقرة:٣٧)

''پھر آدمؑ نے اپنے ربّ سے چند کلمات حاصل کیے، جن سے اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمالی، بلا شبہ وہی توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔''

حضرت ابن عباسؓ نے اس آیت کی جو تفسیر فرمائی ہے، وہ بھی اس حدیث کے بطلان کو واضح کرتی ہے۔ ان سے یہ تفسیر منقول ہے:

قال: أي رب ألم تخلقني بيدك؟ قال:بلىٰ، قال: ألم تنفخ فيّ من روحك؟ قال:بلىٰ، قال: أي رب ألم تسكني جنتك؟ قال: بلىٰ، قال: ألم تسبق رحمتك غضبك؟ قال: بلىٰ قال:أرأيت إن تبتُ وأصلحتُ،

www.KitaboSunnat.com

تراجعني أنت إلى الجنة قال بلىٰ، قال: فهو قوله:﴿فَتَلَقّٰى آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمَاتٍ﴾ (البقرة:٣٧)

''حضرت آدمؑ نے عرض کی: اے میرے پروردگار! کیا تو نے مجھے اپنے دستِ مبارک سے پیدا نہیں فرمایا؟ اللہ نے فرمایا: کیوں نہیں؟ عرض کیا: کیا تو نے مجھ میں روح نہیں پھونکی تھی؟ اللہ نے فرمایا: کیوں نہیں، عرض کیا: کیا تو نے مجھے اپنی جنت میں جگہ نہیں دی تھی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ عرض کیا: کیا تیری رحمت تیرے غضب پر غالب نہیں ہے؟ فرمایا: ہاں ایسے ہی ہے۔ عرض کیا: اگر میں توبہ کرلوں اور راہِ راست پر آجاؤں تو کیا تو مجھے جنت کی طرف لوٹائے گا؟ اللہ نے فرمایا: کیوں نہیں اور یہی مفہوم ہے اللہ کے فرمان: ﴿فَتَلَقّٰى آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ﴾ کا۔'' (تفسیر طبری ۱/۲۴۳، تفسیر ابن کثیر ۱/۸۲، مستدرک حاکم ۲/۵۹۴)

ابن عباسؓ کے مذکورہ بالا قول کو امام حاکمؒ، امام ذہبیؒ اور علامہ البانیؒ نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ نیز یہ بات واضح رہے کہ ابن عباسؓ کی یہ تفسیر حدیث مرفوع کا درجہ رکھتی ہے، کیونکہ کسی صحابیؓ کا ایسے اُمورِ غیبیہ کے متعلق خبر دینا جس میں رائے اور اجتہاد کا دخل نہ ہو محدثین کے نزدیک 'مرفوعِ حکمی' کا درجہ رکھتا ہے۔

بعض علما نے کہا ہے کہ ﴿فَتَلَقّٰى آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمَاتٍ﴾ سے مراد یہ آیت ہے:

﴿قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أنْفُسَنَا وَإنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ (تفسیر المنار از علامہ رشید رضا مصری، ص ۲۷۹)

بقول شیخ البانیؒ ان دونوں تفاسیر کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے، بلکہ دونوں ایک دوسرے کی تکمیل اور تتمہ ہیں۔ (تفصیل کیلئے شیخ البانیؒ کی کتاب: التوسل أنواعه وأحكامه، ص ۱۰۲ تا ۱۱۳)

معروف حنفی عالم مولانا گوہر رحمٰنؒ نے بھی اس طرح کی تمام روایات کو لفظاً و معناً موضوع قرار دیتے ہوئے اُنہیں خلافِ قرآن قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

''جب ہم درایت اور مفہوم کے اعتبار سے ان روایات پر غور کرتے ہیں تو ان کا مضمون و مفہوم قرآن کے خلاف نظر آرہا ہے۔ قرآن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِنس و جن کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور انبیاء و رسل کو عبادت کے طریقے سکھانے اور لوگوں کو اللہ کی بندگی کی دعوت دینے کے لئے بھیجا گیا ہے، لیکن یہ روایات کہتی ہیں کہ ساری دنیا محمد ﷺ

www.KitaboSunnat.com

کی وجہ سے پیدا کی گئی ہے، اگر آپؐ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔'' (تفہیم المسائل ۳/۶۳)

احناف کے نزدیک ضعیف حدیث تو درکنار صحیح خبر بھی عقائد میں حجت نہیں

حضرت آدم اور کائنات کی تخلیق کو تخلیقِ محمد ﷺ کا مرہونِ منت قرار دینا خالصتاً عقائد کا مسئلہ ہے جس کے ثبوت کے لئے نص متواتر یا کم از کم سنت ِصحیحہ کا ہونا ضروری ہے، بلکہ احناف اور معتزلہ وغیرہ کے نزدیک ضعیف حدیث تو درکنار صحیح خبر واحد بھی عقائد میں حجت نہیں ہے۔ لیکن افسوس کہ یہاں ضعیف کی شدید ترین قسم موضوع روایات سے استدلال کرتے ہوئے ان پر گمراہ کن نظریات کی بنیاد کھڑی کی جارہی ہے اور لفظ لولاك کو تحریر وتقریر میں برملا استعمال کیا جاتا ہے۔اور حد یہ ہے کہ اسی نام سے ایک ماہانہ رسالہ ملتان سے شائع ہوتا ہے جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان ہے۔اس رسالہ کے منتظمین سے گزارش ہے کہ وہ مذکورہ بحث کی روشنی میں اپنے رسالہ کے نام پر نظر ثانی فرمائیں کیونکہ جس طرح احادیث وضع کرنا حرام ہے، اسی طرح موضوع احادیث کی اشاعت بھی حرام ہے!

عربی قواعد کی رو سے

مذکورہ روایات کے من گھڑت ہونے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ عربی لغت لولاك کی ترکیب قبول کرنے سے ابا کرتی ہے۔ اگر کسی صحیح نص سے اس ترکیب کا وجود ثابت ہو جاتا تو اسے حدیثِ صحیح باور کرکے اس کی بنیاد پر ہم تمام لغاتِ عرب کو بالائے طاق رکھ کر اس ترکیب کو تسلیم کر لیتے، لیکن یہاں قرآن اور صحیح حدیث تو درکنار لغتِ عرب کی معروف لغات: الصحاح از جوہری، کتاب العین از فراہیدی، الخصائص از ابن جنی ، القاموس المحیط از علامہ مجدالدین فیروز آبادی، مجمل اللغۃ از احمد بن فارس، اساس البلاغۃ از زمخشری ،لسان العرب از ابن منظور، المنجد، المعجم الوسیط اور قدیم عربی لٹریچر میں بھی اس ترکیب کا وجود نہیں ہے، ہاں البتہ عربی لغت میں لولا أخرتني ، لولا فضل الله ، لولا أنت وغیرہ کی تراکیب استعمال ہوئی ہیں، یعنی اسم ظاہر یا ضمیر مرفوع کے ساتھ، مثلاً قرآن میں ہے: ﴿لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ اسی طرح حدیث میں ہے: «اللهم لولا الله ما اهتدينا» (بخاری:۴۱۰۴) ایک دوسری روایت میں «اللهم لولا أنت ما اهتدينا» (بخاری:۴۱۰۶)

البتہ بعض متاخرین نے اس ترکیب کو استعمال کیا ہے، مثلاً قصیدہ بردہ میں بوصیری کا ایک شعر ہے:

وكيف تدعو إلى الدنيا ضرورة من لو لاه لم تخرج الدنيا من العدم

لیکن متاخرین میں سے ہونے کی وجہ سے ان کا کلام لغتِ عربی میں استدلال کی بنیاد نہیں بنایا جا سکتا، چنانچہ لغت کے بہت بڑے امام ابومنصور محمد بن احمد بن ازہر الازہری اور لغتِ ادب میں یکتاے روزگار امام جوہری ربیعہ الرقی کے ایک شعر پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ليس قول ربيعة بحجة إنما هو مولد (الصحاح ۱/۲۵۵ زیر مادّہ شتت)

''ربیعہ چونکہ مولدین شعرا میں سے ہے، لہٰذا اس کا یہ شعر حجت نہیں بن سکتا۔''

جب مولدین (دورِ بنواُمیہ اور بنوعباس کے شعرا) کا کلام علماے لغت کے نزدیک دلیل نہیں بن سکتا تو محمد بن سعید بوصیری مصری (۶۰۸ تا ۶۹۶ھ) جو ساتویں صدی ہجری کے شاعر ہیں، ان کا کلام کس طرح حجت ہوسکتا ہے؟

☜ نیز یہ ترکیب نحوی قواعد کے بھی خلاف ہے۔ الفیة ابن مالک میں ہے:

''و'لولا' و'لوما' يلزمان الابتداء'' اس کی شرح میں ابن عقیل کہتے ہیں:

فلا يدخلان إلا علىٰ المبتداء ويكون الخبر بعدهما محذوفا

''لولا اور لوما ہمیشہ مبتدا پر داخل ہوتے ہیں اور اس کے بعد ان کی خبر وجوباً حذف ہوتی ہے۔'' (شرح ابن عقیل: ۲/۵۵)

اور 'کاف ضمیر' ہمیشہ منصوب یا مجرور متصل استعمال ہوتی ہے اور نحو کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ ضمیر متصل کبھی مبتدا نہیں بن سکتی۔ ابن عقیل لکھتے ہیں:

فالمتصل:هو الذي لا يبتدأ به كالكاف (أيضًا)

''ضمیر متصل وہ ہوتی ہے جو مبتدا نہ بن سکے، مثلاً کاف۔''

اور لولاك میں 'کاف ضمیر' نہ تو متصل استعمال ہوئی ہے اور نہ ہی مبتدا بننے کی اہل ہے، لہٰذا قاعدہ کے صریح خلاف ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ وہ کلام جو محفوظ و ماثور عربی زبان، مسلمہ نحوی قواعد اور جاہلی عربی لٹریچر کے غالب شواہد کے خلاف ہو، وہ قابل ردّ ہے کیونکہ متاخرین کا کلام تو کیا قدیم اور جاہلی

www.KitaboSunnat.com

لٹریچر بھی تمام کا تمام صحیح اور قابل استناد نہیں ہے۔ چنانچہ اُستاذ عباس محمود عقاد نے لکھا ہے کہ

"جاہلیت کے عربی ورثہ سے استدلال کرنے کا مطلب یہ قطعاً نہیں ہے کہ عرب کے شعراء وخطبا اور قبائل کی طرف منسوب عربی زبان کا یہ جاہلی ورثہ تمام کا تمام صحیح ہے، لہٰذا اس کے تمام تر ذخیرہ کو قابل استدلال قرار نہیں دیا جاسکتا...عربی ادب کا وہ ذخیرہ جو محفوظ اور ماثور ہے (قرآن اور احادیثِ صحیحہ) وہ تو یقیناً حجت ہے، لیکن جو اس کے علاوہ ہے، اگر وہ صحیح اور متفق علیہ کلام عرب کے خلاف ہو تو اس کا انکار کیا جاسکتا ہے۔" (مقدمہ الصحاح، ص ۱۔۴)

احمد عبدالغفور عطار 'الصحاح از جوہری' کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

"اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ جاہلی ادب غلطی اور لحن سے محفوظ ہے تو وہ غلطی پر ہے، کیونکہ اس میں لحن اور غلطیاں موجود ہیں۔ جاہلی شعری ادب میں ایسے اشعار بھی ہیں جو قواعدِ نحو کے سراسر خلاف ہیں۔" (مقدمہ الصحاح، ص ۱۵)

یہ درست ہے کہ نحو وصرف کے قواعد کی بنیاد پر قدیم عربی لٹریچر کو ردّ کرنا صحیح نہیں ہے، لیکن وہ کلامِ عرب جو محفوظ و ماثور عربی ورثہ اور جاہلی ادب کے غالب شواہد کے خلاف ہو، اسے قطعاً استدلال کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا۔

جب جاہلی ادب کلی طور پر استدلال کی بنیاد نہیں بن سکتا تو پھر مولدین اور بعد کے شعراء کا وہ کلام جو قرآن ، احادیثِ صحیحہ کے ساتھ ساتھ جاہلی ادب کی تراکیب ومفردات اور مسلمہ قواعد نحویہ کے بھی خلاف ہو، اسے استدلال کی بنیاد بنانا کیسے روا ہوسکتا ہے؟ کیونکہ یہ بات بلاخوفِ تردید کہی جاسکتی ہے کہ بعد کا عربی لٹریچر غیر عرب اقوام کے عرب اقوام کے ساتھ اختلاط کی وجہ سے عجمی آمیزش سے محفوظ نہیں رہا۔ یہی وجہ تھی کہ ائمہ لغویین کو معاجم کی تالیف کے دوران اصل ابنائے عرب سے فصیح عربی زبان کی تلاش میں بادیہ پیمائی کرنا پڑی۔

اس سے اس حقیقت کی واضح تائید ہوتی ہے کہ لو لاك کی ترکیب خالص عجمی ترکیب ہے جو وضاعین حدیث کی کارستانی ہے اور ایسی غیر فصیح، قواعدِ لغت اور کلامِ عربیہ کے خلاف عبارت أفصح العرب زبانِ نبوت سے صادر نہیں ہوسکتی۔

ان احادیث کے پس پردہ عقائد کی خرابی

درحقیقت ان جیسی تمام احادیث کے پس پردہ ان واضعین حدیث کا مقصد اپنے اس گمراہ

www.KitaboSunnat.com

کن نظریہ کو ثابت کرنا ہے کہ حاجات کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کو وسیلہ بنایا جاسکتا ہے، حالانکہ یہ نظریہ باطل اور قرآن وسنت کے خلاف ہے۔ اللہ کی ذات، صفات، نیک اعمال اور کسی متقی اور صالح شخص کی دعا کے علاوہ کسی بھی چیز کا وسیلہ جائز نہیں ہے۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے: مولانا عبدالرحمٰن کیلانی کا مضمون ''توسل واستعانت'' محدث: جلد ۳۴/عدد ۷ و۱۲)

اور اس طرح کی تمام روایات اسرائیلیات کا شاخسانہ معلوم ہوتی ہیں جنہیں بعض غیر مسلم عناصر نے اپنے مخصوص اہداف یا بعض مسلمانوں نے اپنے باطل نظریات کی تائید کے لئے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کردیا ہے۔

- شیعہ حضرات نے بھی اِنہی خودساختہ روایات کی بنیاد پر یہ روایت گھڑی:

"لو لا علي ما خلقتُك" ''اگر علیؓ نہ ہوتے تو میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا''

اور اس کے بعد قادیانیوں کے جھوٹے نبی مرزا غلام احمد قادیانی نے جھوٹی روایت "لو لاك لما خلقت الأفلاك" کو اپنے اوپر چسپاں کرلیا اور کہا کہ اس میں مجھے مخاطب کیا گیا ہے اور دعویٰ کیا کہ افلاک کی تخلیق میری نبوت کی مرہونِ منت ہے اور قادیانیوں کا یہی عقیدہ ہے۔ (حقیقة الوحي ص۹۹)

بہرصورت اگر عربی میں یہ ترکیب ثابت بھی ہوجاتی ہے تو بھی مذکورہ تصریحات کی روشنی میں یہ بات بالجزم کہی جاسکتی ہے کہ یہ الفاظ اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت نہیں ہیں اور جن احادیث کی بنیاد پر 'لولاک' والی حدیث کو معنوی لحاظ سے صحیح قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے، وہ بھی موضوع اور ضعیف ہیں اور مذکورہ بالا نوعیت کی ان روایات کے پس پردہ گمراہ کن نظریہ پنہاں ہے۔ کوئی ایسی بات رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنا جو آپ ﷺ کی زبانِ اطہر سے صادر نہیں ہوئی، خصوصاً ایسی بات جو توحید اور اسلامی عقیدہ میں رخنہ انداز بھی ہو، یقیناً آپ ﷺ کی عظمت کا مظہر نہیں، بلکہ آپ ﷺ کی توہین کے مترادف ہے۔

قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے 'بزمِ کونین' حضور کے لئے نہیں، بلکہ اس لئے سجائی اور موت وحیات کو اس لئے پیدا کیا تاکہ ﴿لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (الملک:۲)

''وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون سب سے بہترین عمل کرتا ہے۔''

www.KitaboSunnat.com